آفتاب تونسہ

شوکتِ اسلام رائج کردہ ایم
عرضِ عباسی ہمہ گستردہ ایم
المدد یا شاہِ تونسہ المدد
بر ضعیفاں لطف و رحمت می سزد

(شیخ نظامی)

(پیاشک رحسن)

مرکزی انجمن غلامانِ نظام ملتان شریف

نظام الدین پناہے ہست مارا
زاہدا و نظام الدین چشتی رضی اللہ عنہ
بہشتی ام بہشتی ام بہشتی
آفتاب نوشہ
جس کی شعاعوں نے کائنات کو بقعۂ نور بنا دیا
آفتاب آمد دلیل آفتاب
پیشکش: مرکز انجمن غلامانِ نظام ملتان شریف

انتساب

اُس غیورِ ازلی کے نام

جس نے

اپنے پیاروں کے دشمنوں کیخلاف جنگ کا اعلان کردیا

ع

گر قبول اُفتد زہے عزّ و شرف

پیش کنندگان:-

اراکین مرکزی انجمن غلامانِ نظام ملتان

ترے نام سے ابتدا کر رہا ہوں

خدائے بزرگ و برتر کا کس زبان و قلم سے شکر ادا کیا جائے۔
جس نے ایک بے سر و سامان ہیچ مدان کو طاقت عطا فرمائی اور آج
میں خوش بختی و سعادت تصور کرتا ہوں۔ کہ چودھویں صدی کے
مردِ قلندر اپنے آقا و مربی سیدی مولائی سلطان الاولیاء بدر العرفاء
راس الانقیاء حضرت خواجہ نظام الملت تونسوی محمودی سلیمانی رضی اللہ عنہ
کی سوانحی جھلک پیش کر رہا ہوں۔ جس نے وقت کے حجاج دیو بند جیسی
باطل قوتوں سے ٹکرلے کر سنت شبیری کو از سر نو زندہ کیا۔ تاریخ
میں پڑھا اور بزرگوں سے سنا ہے۔ کہ حق کی اشاعت کیلئے گوناگوں
مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ مگر اس کے عملی تجربہ سے واقفیت نہیں تھی۔
خدا بھلا کرے بعض یارانِ طریقت کا جن کی کج فطری، دنیوی رعونت
نے مجھے اس لذت سوز و ساز سے آشنا کیا۔ اپنے گنہگار کانوں
سے سنا۔ جو کل بے حد اصرار کرتے تھے۔ کہ نظامی متحد ہو کر شیخ کامل کے
عظیم مشن کو از سر نو زندہ کریں۔ وہ آج کہتے ہیں۔ خواجہ ملت ہمیں خواب
میں آکر کام کرنے کی تلقین کریں۔ ان نمناک آنکھوں سے دیکھا۔ کل جو بے سکون
بھاگم بھاگ پھرتے ہوئے انجمن کی تشکیل سے قلبی قرار کے متلاشی تھے
وہ آج تک غیروں کی آستان بوسی کرتے ہوئے روحانی غیرت کا ستیاناس کر

رہے ہیں۔ عیش طرب کے دلدادہ بزرگ چہ جائیکہ ہمارے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھ کے ہماری پشت پناہی اور حوصلہ افزائی کرتے۔ بوڑھے گرگوں کے روپ میں مختلف آوازے کستے رہے۔ یہ نادان بچے ہیں، چندہ بٹورنے کے لیئے ڈھونگ رچایا ہے۔ لا ابالی افراد کیا کریں گے المنتہ للہ کہ حضور نعیم رضی اللہ عنہ کے تصرفات نافذہ نے ڈگمگانے والے قدموں کو ثابت قدمی، استقلال کی دولت سے مالا مال کیا۔

آج ہم بلا جھجھک بے چنلے الفاظ میں واضح کر دینا چاہتے ہیں مرکزی انجمن غلامانِ نظام ملتان قائم رہنے کیلئے معرض وجود میں آئی ہے۔ اور رہتی دنیا تک قائم رہے گی۔ ذاعنا نمارداکی اد لادین ہاں ہمیشہ حق سے دشمنی مول لے کر اپنی تباہی کے سامان مہیا کرتی ہیں۔ حق کا سدا بول بالا رہتا ہے۔

مرکزی انجمن غلامانِ نظام ملتان کچھ کر کے دکھلانے کے لیۓ اپنے جیالے سپوتوں کو لے کر میدان میں اتری ہے۔ قلمی جہاد کی پہلی پیشکش حاضر خدمت ہے۔ اس وقت تک واپس نہیں لوٹیں گے۔ جب تک معاشرہ کی ناہمواریوں کا انسداد نہیں کریں گے۔ مرکزی انجمن غلامانِ نظام کے اغراض و مقاصد واضح ہیں۔ کہ پیر بھائیوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر کے اسلامی نظام کے نفاذ کیلئے [illegible] ہموار کئے جائیں۔

[illegible]ادگانِ چشت اہلِ بہشت کی ملی خدمات

اور مجاہدانہ سرگرمیوں سے صحیح طور پر عوام کو روشناس کیا جائے۔
بفضل اللہ تبلیغی طور پر نہایت احسن طریقے سے اہم اپنے مقصد کو
عملی جامہ پہنا رہے ہیں۔ جہاں تک تحریری محاذ کا تعلق ہے انشاء اللہ
العزیز مستقبل قریب میں مستقل ایک ماہانہ رسالہ ملتان سے شائع کرینگے۔
جو اس نظریاتی کشمکش کے لئے ملک وملت کی صحیح ترجمانی کرے گا۔
ہر وہ انسان جس کے سینے میں ایک درد مند دل ہے اور جذبۂ اسلامی
سے سرشار ہے۔ ہمارے اغراض ومقاصد سے اتفاق کرے گا۔
ضروری نہیں۔ کہ آپ چشتی نظامی ہوں۔ بلکہ اربعہ سلاسل مقدسہ میں
سے آپ جس کے ساتھ بھی تعلق رکھتے ہوں ہم آپ کو دعوت دیتے
ہیں۔ کہ پاکستان میں معاشرہ کی تطہیر وتعمیر کے لئے خلوص و
ایثار کے ساتھ ہمارا ہاتھ بٹائیں۔ تاکہ مل جل کر اقامت دین
کے فریضہ کو ادا کر کے خدا کے ہاں خوشنودی حاصل کر سکیں۔
آخر میں راقم الحروف ان تمام پیر بھائیوں، مخلص دوستوں
کا تہِ دل سے شکریہ ادا کرتا ہے۔ جنہوں نے دامے درمے
قدمے سخنے ہمارا تعاون کیا۔ اور ان کا بھی دعا گو ہوں جنہوں
نے قدم قدم پر ہمارے راستے میں روڑے اٹکائے۔

مخلص شیخ نظامی
ناظم اعلےٰ مرکزی انجمن غلامانِ نظام ملتان

"در نظامِ تست اکنوں کارِ ما"

آج سے چالیس سال قبل نیاز زمانہ کی صورت میں کمالیہ سے ایک غلام نے بارگاہِ نظام میں یہ کلام پیش کیا تھا۔ قبولیت، الفاظ کی ندرت میں آج بھی وہی دم خم قائم ہے۔ یارانِ طریقت کی خدمت میں ذوق و وجدان کے اضافہ کیلئے پیش کی جاتی ہے۔

شیخ نظامی

اے کہ جدِ امجدِ تو غوثِ زماں — دیکہ جدِ امجدت قطبِ جہاں

والدِ پاکت کہ تاجِ اولیاست — بستہ باداماں لطفش جانِ ماست

فیضِ او عام است بہرِ خاص و عام — دینِ ما زو ہست زاں ہر دم نظام

آں نصیرِ دینِ ما قطبِ لوری — غوثِ عالم خواجہ محمود الوری

اشملِ اللہ علینا برّہم — قدّس اللہ العزیز سرّہم

اے نظام الدین نظامِ اولیا — در نظامِ تست اکنوں کارِ ما

کارِ ہر کس را چوں دادی انصرام — دینِ عبدِ خویش را ہم دہ نظام

بر سرِ من ہر چہ از دورِ زماں — آمدہ پیشت کنم آں را بیاں

از کمالیہ دلم شد پُر ملال — سوئے تو تسہ خواہم اکنوں انتقال

پس مرا زینجا بآنجا منتقل — ہم بفرما و بفرما مستقل

عبد را در سلک ہم خود نظم کن

بندہ را شائستۂ آں بزم کن

"آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری"

از قلم حضرت علامہ الحاج فیض رسول صاحب نظامی'
صدر مرکزی انجمن غلامانِ نظام' ملتان'

حمد و صلوٰۃ کے بعد سگِ بارگاہ گرامی فقیر فیض رسول نظامی عرض گذار ہے۔ کہ مجھے میرے عزیز مولانا شیخ نظامی ناظمِ اعلےٰ مرکزی انجمن غلامانِ نظام نے حکم دیا ہے۔ کہ میں بھی اس عظیم انسان کے متعلق کچھ لکھوں۔ جو فقط میرا نہیں دھرتی کا داتا ہے جس نے ناکارہ کی زندگی کی کایا پلٹ دی' بلا مبالغہ میرا وجدان مجھے اجازت دیتا ہے۔ کہ پاکستان کا وہ روحانی رہنما آج بھی مزارِ اقدس میں بیٹھے ہوئے دنیائے روحانیت کی فرمانروائی کر رہا ہے۔

مجھ ایسے اُردو ادب سے نا آشنا اور عدیم الفرصت انسان کے لئے امام الزاہدین' رئیس المتکلمین' سلطان العاشقین' سید العارفین حجۃ الاتقیاء خاتم الاولیاء سیدی سندی' مرشدی مولائی سلطان المشائخ ثانی قبلہ و کعبہ حضرت خواجہ نظام الملّت تونسوی محمودی' سلیمانی رضی اللہ عنہ کے بے پایاں کمالات' لا تعداد کرامات' بے کراں فیوضات کو قلیل وقت میں احاطۂ تحریر میں لانا ممکن نہیں۔ بہرحال حصولِ سعادت کیلئے تمہید شروع کر دیتا ہوں۔

انشاء اللہ تعالیٰ زندگی نے وفا کی تو ضرور آپ کے زریں کارناموں اور سرفروشانہ مذہبی و سیاسی سرگرمیوں کو صفحۂ قرطاس میں لاکر جدید انکشافات، حیرت انگیز تصرفات سے دنیائے تصوف میں ایک نئے باب کا اضافہ کروں گا۔

کسے خبر تھی کہ ۷، صفر المظفر ۱۳۸۵ھ کا آفتاب اپنے طلوع ہونے کے ساتھ ایسا پیغام لائے گا جو نہ صرف باشندگانِ پاک و ہند کیلئے دکھ بھرا ہوگا۔ بلکہ نسلِ انسانیت کیلئے ایک زبردست المیہ ہوگا۔ رات کا سناٹا تھا۔ سحری ہونے کو تھی، عابد، زاہد اور تہجد خوان یادِ الٰہی میں مشغول تھے۔ اس منظر کو دیکھتے ہوئے۔ رحمتِ خداوندی میں جوش آیا تو فرشتۂ موت کو حکم دیا۔ کہ ابھی ہمارے عاشقِ حقیقی، محرمِ راز کا ہمارے ساتھ وصل کرادو۔ تاکہ وہ ہمیشہ کے لئے ہم سے راز و نیاز کی باتیں کرتا رہے۔

آپ آستانۂ عالیہ تونسہ شریف ضلع ڈیرہ غازیخان کے خانوادۂ چشت اہلِ بہشت کے چمکتے دمکتے چراغِ طریقت تھے۔ تونسہ مقدسہ کا آستانہ کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ یہ ایک ایسا سرچشمۂ توحید ہے جہاں سے ادنیٰ و اعلیٰ شاہ و گدا غرضیکہ لاکھوں انسان اپنی روحانی ... پیاس بجھاتے ہیں۔

اپنے مرشد مجمعِ صفات، منبعِ فیوضات، مصدرِ برکات کے متعلق کیا لکھوں۔ آپکی ذات تو ” ؎ آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری“۔۔

کی پوری تفسیر تھی۔ آپ کی طبیعت میں جذبۂ ایثار و فیاضی کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ چنانچہ جب حضرت خواجہ حافظ سدید الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسمبلی کے انتخاب کیلئے کھڑے ہوئے۔ تو آپ نے خاندانی وقار اور فقر و تصوف کے ارتقاء کو مدنظر رکھتے ہوئے خاندان کی دیرینہ رقابتوں اور رنجشوں کو نظر انداز کر کے ان کی امداد کیلئے اپنے حلقۂ مریدین کو تاکید فرمائی۔ اور اس پر طرۂ امتیاز یہ کہ آپ نے بالنفس نفیس شہر اور قریہ با قریہ تشریف لے جا کر حضرت موصوف کیلئے راہ ہموار کی۔

میرے خواجہ ملت جہاں مدارج فقر و تصوف میں یکتائے روزگار تھے۔ وہاں دارا و سکندر کی شاہنشاہی بھی آپ کے در کی باندی تھی۔ لیکن اس کے باوجود آپ کی ساری زندگی سنت نبوی کے سانچہ میں ڈھلی ہوئی تھی۔ فقط آپ کی نشست مبارک کو لے لیجئے آٹھ دس گھنٹے مسلسل دوزانو بیٹھ کر امام الانبیاء کی سنت کو ادا کرتے تھے۔ غور فرمائیے؟ کہ بھاری جسم کے انسان کے لئے چند لمحہ بھی اس حالت میں بیٹھنا دشوار ہوتا ہے۔ لیکن آپ تھے عشق و مستی کے عالم میں ہمیشہ یونہی تشریف فرما ہوتے تھے۔

اگرچہ آستانہ عالیہ سے فیض یاب ہونے کے لئے دور دراز سے لوگ حاضر ہوتے تھے۔ مگر آپ نے اپنے اندر اتنی مقناطیسی و جاذبیت پیدا کی تھی۔ کہ آپ کے جاری کردہ چشمۂ فیض سے

پاک و ہند فقط سیراب نہیں ہوئے۔ بلکہ اس میکدۂ توحید سے افغانستان، ایران، مشرقِ وسطیٰ کے لاکھوں افراد نے اپنی روحانی اور قلبی تشنگی کو بجھایا۔ آج وابستگان سلسلۂ عالیہ چشتیہ سے جاکر پوچھا جائے کہ ان کے دلوں کی کیا حالت ہے۔ تونسہ شریف کی وہ گلیاں جن میں حضور نعیم اپنی نازبھری اداؤں سے خراماں خراماں چلا کرتے تھے۔ اب اُجڑی اُجڑی نظر آرہی ہیں۔ تونسہ مقدسہ کے در و دیوار چیخ چیخ کر اپنے محسن اعظم کو پکار رہے ہیں۔

وہ کشادہ پیشانی جو سوائے ذاتِ باری تعالیٰ کے کسی فرعون و نمرود کے سامنے نہ جھکی آج ہمیشہ کے لئے بارگاہِ حق میں حیا با سجدہ ریز ہے۔ وہ گیسو دراز جو ہمیشہ مجلیٰ و معطر رہتے تھے۔ خاک آلود ہو کر ہماری آنکھوں سے اوجھل ہو گئے ہیں۔ اور وہ مدبھری نگاہیں جو ہمیشہ یادِ خداوندی میں پُرنم رہتی تھیں، آج ہزارہا آنکھوں کو اشکبار کر کے پوشیدہ ہو گئی ہیں۔ وہ لعل یمنی گلِ قدس کی ہونٹوں والی لطیف پتیاں جو ذکرِ خدا اور فرموداتِ مصطفےٰ کے بغیر حرکت نہ کرتی تھیں۔ اب خاموش یادِ الٰہی میں محو ہونگی۔ مجھے حکم کیا گیا ہے۔ کہ میں اس مجسمۂ اخلاق پیکرِ صبر و تحمل، غیور و باوفا انسان کے متعلق لکھوں، کیا لکھوں۔ اپنی سعادتمندی سمجھتے ہوئے ان چند ٹوٹی پھوٹی سطور پہ اکتفا کرتا ہوں۔ اور مجھے یقین ہے۔ یہی میری نجات کا سبب بن جائیگی ٭ رضی اللہ عنہ تم ارضاہ ـــــ

زیرِ سیادت

ایمان کی باتیں!

مولانا غلام حسین ارشد سدیدی، قیصرانی، رکن و معاون
مرکزی انجمن غلامانِ نظام ملتان

اللہ تعالیٰ کی مخلوق انسانی مراتب کے لحاظ سے کئی قسم کی ہے۔ انبیاء علیہم السلام، صحابہ کرامؓ، اہلبیت اطہار، اولیاء کرام، عام مومنین اور کفار ـــ کفار کے علاوہ تمام ایک دوسرے پر فضیلت رکھتے ہیں۔ رشد و ہدایت کا سلسلہ انبیاء علیہم السلام سے چلتا ہوا اولیاء کرام تک پہنچا یعنی انبیاء کا کام ان کے سپرد ہوا۔ پھر اولیاء کرام کے چند سلسلے مشہور ہیں۔ چشتیہ، قادریہ، نقشبندیہ، سہروردیہ اویسیہ نام مختلف ہیں۔ کام ایک ہے۔ ورد وظائف باظاہر مختلف ہیں۔ لیکن حقیقت سب کی ایک ہے۔ جس طرح مغربی پاکستان میں کئی دریا ہیں کسی کا نام راوی ہے۔ کسی کا ستلج، کسی کا چناب ہے، کسی کا سندھ ہے۔ نام مختلف ہیں۔ کام ایک ہے۔ سب کا مرکز ایک ہے۔ سب کا منبع ایک ہے۔ سب کا مقصد ایک ہے۔ سب کا مبدا ایک ہے سب کا کام مردہ زمین کو زندگی بخشنا۔ پیاسی زمین کو پانی سے سیراب کرنا اسی طرح بلا تشبیہ و بلا تمثیل سلاسل اولیاء جتنے بھی ہیں، سب ہماری آنکھوں کا نور، بے چین دل کا سرور، بعض لوگوں کے اندر

آ گیا فتور اسلئے وہ رہتے ہیں دور دور، سب اولیاء کا کام رُشد و ہدایت مردہ دلوں کو زندہ کرنا. ذکرِ حق سے سیراب کرنا ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ ولی کون ہوتا ہے. ولی وہ ہوتا ہے. جس کے دیکھنے سے خدا یاد آجائے. اس کے تمام افعال و اقوال حضور پُرنور شافع یوم النشور جناب احمدِ مجتبےٰ محمد مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا کی شریعت کے مطابق ہوں. مجاہدہ کرتا ہو. ریاضت کرتا ہو، اطاعتِ مصطفےٰ، عبادتِ خدا کا پابند ہو۔ جہادِ اصغر اور جہادِ اکبر کا شیدائی ہو. جب اس منزل تک پہنچ جاتا ہے. تو خدا اس کے ہاتھ بن جاتا ہے. جس سے وہ پکڑتا ہے. خدا اس کے پاؤں بن جاتا ہے. جس سے وہ چلتا ہے۔ خدا اسکی آنکھ بن جاتا ہے جس سے وہ دیکھتا ہے.

اگر وہ مقبول بندۂ خدا سے سوال کرتا ہے. تو اسے ضرور بالضرور عطا کر دیتا ہے. اگر کوئی کہے کہ بتاؤ بندہ خدا بن گیا. یا خدا بندہ میں سما گیا. یہ دونوں باتیں مذہبِ اہلسنت کے خلاف ہیں. بندہ نہ تو خدا بن گیا. نہ خدا بندہ میں سما گیا. بلکہ بندہ مظہرِ خدا بن گیا. جس طرح گرمی کا موسم ہو مطلع صاف ہو. سورج چمک رہا ہو، چوتھے آسمان پر اور زمین پر ایک آتشی شیشہ رکھا جائے. تو شیشہ پر جب سورج کی روشنی پڑے گی تو وہ جلائے گا. کیا کہو گے کہ سورج شیشہ کے اندر سما گیا. یا شیشہ سورج

بن گیا۔ دونوں باتیں غلط ہیں۔ بلکہ شیشہ مظہر آفتاب بن گیا۔
جب بندہ کی یہ شان بن جاتی ہے۔ تو حدیث قدسی میں آتا ہے۔
کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ جو میرے ولی کا دشمن ہے وہ میرا دشمن
ہے۔ اس مختصر تفصیل کے بعد فقیر پُر تقصیر معافی کا طلب گار
از ربِ قدیر =

خاندانِ چشتیہ کی ایک ذات با برکات ستودہ صفات
کا نام نامی اسم گرامی لیتا ہے۔ جو ان تمام فضائل کا مظہر ہیں۔
کیا لکھوں کیا بتاؤں، کیا سناؤں وہ منبع جود و سخا، صاحب حلم و حیاء
اہل صدق و صفا عالم باعمل عابد بے ریاء نیر تاباں فرزند حضرت
خواجہ محمود و دلبند حضرت خواجہ شاہ سلیمان محب الفقراء والمساکین حضرت
سلطان المشائخ ثانی خواجہ نظام الملت و الدین تونسوی، محمودی سلیمانی
رضی اللہ عنہ آپ کی ذات ستودہ صفات محتاج تعارف و بیان نہیں،
آپ کے نام نامی اسم گرامی سے تمام دنیا واقف ہے۔ عرب میں آپ کا چرچا
عجم میں آپ کی دھوم، پاکستان میں ہر جگہ آپ کے مریدین اور افغانستان
میں بھی ہجوم ایسے معلوم ہوتا درمیان سو گرداد نجوم،
جس نے نہیں مانا وہ ہو گیا محروم

آپکی عبادت مشہور، آپ کی سخاوت کا ذکر دور دور، آپ کی
شجاعت نے وقت کے آمر کا کر دیا تھا چکنا چور،
آپ نے جہادِ اصغر بھی کیا۔ اکبر بھی کیا۔ سچ پوچھو تو

آپ نے جہادِ افضل کیا۔

افضل الجہاد کلمۃ الحق عند سلطان جابر

یعنی افضل جہاد کسی ظالم جابر و آمر بادشاہ کے سامنے کلمۂ حق کہنا ہے تو آپ کا شیوہ ہی تھا۔ چاہے جو کچھ ہو جائے کلمۂ حق ضرور کہنا ہے۔ اور یہ نہیں پسِ پشت کسی کی غیبت کرتے بلکہ منہ پر صاف کھلم کھلا فرماتے۔ کئی مرتبہ بڑے بڑے امیروں، نوابوں، سرمایہ داروں، جاگیرداروں کو صاف سنا دیں۔

رحمۃ اللہ علیہ

قدسی صفت انسان

التحریر

مولانا اللہ بخش رضا نظامی ناظم نشریات مرکزی انجمن غلامانِ نظام، ملتان

اللہ والوں کا تذکرہ اہلِ ایمان کیلئے باعثِ جلائے قلب نظر ہے۔ اور صحبت بزرگانِ کاملین ذریعۂ رشد و ہدایت ہے۔ آج میں جس عظیم شخصیت کے بارے میں دل کی گہرائیوں اور دماغ کی وسعتوں سے گلہائے عقیدت نچھاور کرنا چاہتا ہوں وہ عظیم ہستی خاندانِ چشت کے چشم و چراغ، طریقت کے رمز شناس، دریائے معرفت کے غواص اور شریعتِ مطہرہ کے سالکِ نکتہ آفریں۔ حضرت خواجہ خواجگان نظام الملت والدین تونسوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ سرزمینِ تونسہ شریف کو آپ کی ولادتِ باسعادت کا شرف حاصل ہے۔ جن لوگوں کو آپکی زیارتِ باسعادت اور صحبت کاملہ کا شرف حاصل ہے وہ بخوبی جانتے ہیں۔ کہ آپکی عظمت و بزرگی اور جرأت و حق گوئی کے چاند آفتاب تابندہ سے زیادہ روشن اور ماہتاب درخشندہ سے زیادہ منور ہیں۔

. . . پاسندہ محوِ حیرت ہے کہ میں آپکی مبارک زندگی کے کِن نقوش پر کچھ تحریر کروں۔ وہ تابندہ نقوش اور درخشندہ نشان جنہوں نے آسمانِ ولایت پر چھوڑے ہیں۔ ایسے سالکِ کامل کے کارنامے آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ متحیر ہوں۔ کہ اِس مرشدِ کامل کی صورت و جمال پر لکھوں یا سیرت و کمال پر سعادتِ تحریر حاصل کروں۔ کردار و گفتار کے حسین پہلوؤں پر تبصرہ کروں یا عبادت و ریاضت پر کچھ عرض کروں۔ مجاہدانہ کارناموں پر یا حُسنِ اخلاق کے بارے کچھ زیبِ قرطاس کروں۔

بہرحال خواجۂ ملّت کے حُسنِ اخلاق کا یہ عالم تھا۔ کہ بارگاہ میں فقیر و امیر، غریب مسکین، یتیم و نادار اور شاہ و گدا میں کوئی امتیاز نہیں روا رکھا جاتا تھا۔ جود و سخا کا یہ عالم تھا۔ کہ جو مانگنے والا آتا صرف نوازا ہی نہ جاتا۔ بلکہ دامنِ مراد بھر کر لوٹتا تھا گویا آپکی بارگاہِ سخاوت ایک ٹھاٹھیں مارتا سمندر تھا۔ ہر آنیوالا فیضیاب ہو کر جاتا تھا رحم دل تھا کہ غریب نادار اور مفلس و بیکس کی حالتِ زار پر توجہ فرماتے۔ بلکہ بارہا اشکبار ہو جاتے۔ بہرحال آپکی بارگاہ میں بھوکا آتا تو سیر ہو کر جاتا۔ گدا آتا تو جھولی بھر کر جاتا۔ کوئی روتا ہوا پریشان حال آتا تو خوش و خرم ہو کر لوٹتا۔ پہلوئے جلال! اللہ اکبر!! آپ کا رُعب و دبدبہ اتنا کہ ہیبت سے بڑے بڑے سرفراز سرنگوں ہو جاتے۔ حق گو ایسے کہ جابر سے جابر اور قاہر سے قاہر کے سامنے بھی کلمۂ حق برملا فرما دیتے۔ کسی خود غرض اور پُرحشمت ظالم کو خاطر میں نہ لاتے۔ علامہ اقبال رح نے کیا خوب کہا ہے

آئینِ جوانمرداں حق گوئی و بیباکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی!

حقیقت یہ ہے۔ کہ اس شیرِ حق کے سامنے وقت کے سکندر بھی جلال کی تاب نہ لا کر کانپنے لگتے سچ تو یہ ہے۔ آپکی حق گوئی، شجاعت و دلیری، غریب پروری، بیکس نوازی، سخاوت، ہمدردی کی بیشمار اور زندہ مثالیں موجود ہیں۔ جو کہ اس مختصر مضمون میں نہیں سموئے جا سکتے ؎

واہ واہ سرکار حسو والے دی

تحریر۔ مولانا ضیاء الرضوی نظامی نائب ناظم اعلیٰ مرکزی انجمن غلامانِ نظام ملتان

سرزمین تونسہ مقدسہ کو پنجاب میں ایک خصوصی مقام حاصل ہے۔ فخر الاولیاء پیر پٹھان حضرت خواجہ شاہ سلیمان حضور قدیم تونسوی رضی اللہ عنہ خاندانِ چشت اہلِ بہشت کے چمکتے ہوئے آفتاب تھے۔ آپکے فیوضات کی کرنیں کہاں تک نہیں پہنچیں۔ پنجاب ہندوستان میں اگر آپکی عظمت کا ڈنکا بج رہا ہے۔ تو ایران و افغانستان کے لوگ بھی آپکے پکے شیدائی ہیں۔ جن مقتدر ہستیوں نے آپسے فیض حاصل کیا۔ وہ آج بھی چمکتے ہوئے چاندکی طرح لوگوں کے دلوں کو لبھا رہے ہیں۔ ان میں سے تونسہ مقدسہ سے مغربی جانب ایک علی گالاڈلا بیٹا قدسی صفت انسان حسن آباد شریف سابق بستی مندرانی میں آرام فرما ہے۔ کس کو معلوم تھا کہ یہ درویش منش انسان ہزاروں گمراہوں کے لئے اسلام کی روشن قندیل ثابت ہوگا۔

اسم گرامی!۔ والدین نے غلام حسن نام رکھا۔ بچپن میں ہی خودداری اور جفاکشی کا جذبہ طبیعت میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ سات سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کر لیا۔ جبکہ سنِ شعور کو پہنچے۔ تو صدق و صفا کے مخصوص افعال صوم وصلوٰۃ میں مقید نہیں کیا۔ بلکہ خانقاہ سے نکل کر عملی میدان میں کود پڑے۔ دردناک دشواریوں کا سامنا کرکے خونخوار پہاڑی بدوؤں کے دلوں کے دروازوں پر دستک دی اور انکو اسلامی تعلیمات سے روشناس کرایا۔ آج بھی کوہ وجبل کی تیرہ وتاریک غاریں آپکے

عصرِ حاضر کے امام احمد بن حنبل

سلطان المشائخ ثانی حضرت خواجہ نظام الدّینؓ تونسوی محمودی سلیمانی نور اللہ مرقدہٗ

(از قلم مولانا شیخ غلام محمد نظامی)

تاریخ کے اوراق گواہ ہیں۔ جب بھی طاغوتی طاقتیں اپنے مادی وسائل کے بل بوتے پر اسلام کے خلاف برسرِپیکار ہوئیں۔ تو فرزندانِ توحید شیروں کی طرح ڈکارتے ہوئے کفن بردوش ہو کر میدان میں اترے۔ اور ان کے ہر چیلنج کا منہ توڑ جواب دیا۔ جہاں تحریری محاذ پر ان کے پرخچے اڑائے وہاں تقریراً کج کلاہوں کے تاجوں سے کھیل کر کلمۃ الحق کا بول بالا کیا۔ اگر ان قدسی صفات انسانوں کا شمار کیا جائے تو سلطان المجاہدین حضرت خواجہ نظام الملت تونسوی رضی اللہ عنہ کا نام نامی اسم گرامی صفِ اول میں گنا جاتا ہے جس کے نام کی ہیبت سے خانزادوں کے ایوانوں میں لرزہ بپا ہو جاتا تھا جس نے اپنی دریا دلی اور فیاضی کی بدولت ایشیا کے دل کو مسخر کر لیا۔

"کروڑوں دلوں پر آپکی فرمانروائی کا سکہ چلتا ہے"

ع

کسی کی آنکھ میں جادو تیری زبان میں تھا

سلسلہ نسب آپ گلستان چشت اہل بہشت کے شگفتہ پھول، اور خاندان سلیمانیہ کے چشم و چراغ ہیں۔ ۱۳۲۴ھ میں عالم اسلام کا نیرّ تاباں حضرت خواجہ محمود صاحب حضور رحیم رضی اللہ عنہ کے دولت کدہ میں طلوع ہوا۔ فقر دوست، درویش منش، بات کا کھرا جس سے بھولا پن نمودار کسے خبر تھی کہ یہ خاموشی پسند لڑکا بڑا ہو کر نہ فقط برصغیر کو اپنے انقلاب انگیز کردار سے لبھا کے "خواجۂ ملت" کا خراج تحسین حاصل کرے گا۔ بلکہ نیل کے ساحل سے لیکر خاک کاشغر تک کروڑوں دلوں پہ فرماں روائی کرے گا۔ ع نظام قائم نظام دائم نظام زندہ نظام باقی

تعلیم آپ رضی اللہ عنہ نے بچپن ہی میں سلسلہ تعلیم شروع کیا۔ آپ کی پہلی استادی کا شرف آستانہ محمودیہ کے نامور قاری حافظ محمد عثمان کو حاصل ہے۔ اختتام قرآن مجید کے بعد مولانا گوہر علی سے درسی علوم کا افتتاح کیا۔ صرف ونحو کی ابتدائی کتابیں آپ سے پڑھیں پس ازیں علامہ احمد جراح کے حلقہ درس میں شامل ہوئے۔ علامہ خاندانی عالم تھے تمام علوم میں ماہر اور تمام فنون میں نابغہ روزگار تھے۔ درسِ نظامی کی تکمیل کر کے علم باطنی کے حصول کے لئے شہنشاہ ہفت اقلیم حضرت خواجہ محمود حضور رحیم رضی اللہ عنہ کے باب سعادت مآب پہ دستک دی پیمانہ شاہان چشت پہلے لبریز ہو چکا تھا۔ فقط متلاشی حق کی انتظار تھی۔

نگاہِ ناز کے ایک وار نے نظام الملت کی کایا پلٹ دی۔ تصوف و احسان کے وہ سربستہ راز جو مدتوں کی بادیہ پیمائی سے سالکان راہ طریقت کو نصیب نہیں ہوتے۔ آن کی آن میں آپ نے وہ حاصل کر لئے۔ واہ مرشد، واہ مرید۔ ع "وزیرِ چنیں شہریارِ چنان"

حُسنِ اخلاق

لا محالہ اس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ اوصاف حمیدہ، اخلاق جمیلہ انسان کو گوشۂ گمنامی سے اٹھا کر ایسے بلند مقام پر لا کر کھڑا کر دیتے ہیں جہاں قدسی ابن آدم کا منہ تکتے رہ جاتے ہیں۔ مگر بعض ہستیاں ایسی ہوتی ہیں جن کے طرزِ عمل سے نہ فقط اخلاقی اقدار کو صحیح مرتبہ حاصل ہوتا ہے۔ بلکہ فرسودہ عنوانات کو نئی زندگی کے روپ میں چار چاند لگ جاتے ہیں۔

آپ بھی ان قابلِ رشک شخصیتوں میں سے ایک ہیں۔ جس نے بین الاقوامی دنیا میں اخلاق نبوی کا ڈنکا بجایا۔ قسام ازل نے وہ تمام صلاحیتیں آپ کے خمیر میں ودیعت کر رکھی تھیں۔ جو ایک ریفارمر اور مصلح کے لئے درکار ہوتی ہیں۔ راقم الحروف کے والد صاحب بیان کرتے ہیں۔ حالتِ کفر میں حضرت خواجۂ ملت رضی اللہ عنہ کے ساتھ نیازمندی کے تعلقات تھے آپ کی جاذبیت اتنا کام کر گئی۔ جہاں کافروں کی دھونس و دھاندلیاں۔ پنڈتوں کی لالچیں اور چرب لسانیاں دولت اسلام قبول کرنے سے نہ روک سکیں۔ اسی طرح ہم جیسے

لاکھوں کفار آپ کی دل موہ باتوں سے زنار توڑ کر اسلام کے پیچھے شیدائی بن گئے
چھوٹوں کی رحم و پیار سے دل جوئی، بزرگوں سے حسنِ سلوک کا برتاؤ مسلسل درس کی
حیثیت اختیار کر گیا تھا۔ چنانچہ آپ فرمایا کرتے تھے: "جس میں اخلاقی جوہر مفقود
ہوں وہ مردود فی الطریقت ہوتا ہے۔ ہمارے مصاحبوں میں شامل نہیں۔ غربا کے
ساتھ عملی ہمدردی، مالی غم خواری آپ کا طرۂ امتیاز تھا۔ اب تو اس راشی معاشرے
میں ان کے مشاغل میں از حد دلچسپی لینے لگے تھے۔ کاش اس ملک پاک کی عمر لاکھ سال
ہوتی۔ ایسے انسانوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچے گی جن کو بے گناہ موت کی بھینٹ
چڑھنے سے بچا لیا۔ لاتعداد قیدی جو جاگیردارانہ نظام کی بدولت افلاس و تنگدستی کے
ہاتھوں گھناؤنے جرائم کا ارتکاب کر چکے تھے۔ ان کو رہائی دلا کے کسبِ حلال کا
دروازہ ان پر کشادہ کیا۔ قربان خواجہ ؎ "تمہارے بعد کہاں وہ وفا کے افسانے"

ہر آنے والے کا خندہ پیشانی سے استقبال کرنا خیر و خیریت پوچھنا تو آپ کی سرشت
مبارک کا جزو لاینفک بن چکا تھا۔ شیریں زبانی میں بلا کا مٹھاس تھا جو پتھر سے پتھر دل
کو موم کئے بغیر نہ چھوڑتا تھا۔ مبشرات سے ثابت ہے کہ محتاط تعداد کے مطابق ستر
ہزار کافروں نے آپ کے دستِ مقدس پر اسلام قبول کیا۔

جلالِ نظامی بھی نظر پھیر لی تو قضا بن گئی کا آئینہ دار تھا۔ اپنی پاکیزہ گفتار میں
گرز و تلوار دونوں سے کام لیتے تھے۔ رعب و دبدبہ کا یہ عالم کہ محفل پر سناٹا چھایا ہوا
ہوتا تھا۔ اس میں اجنبی و قریبی غریب و امیر، حکمران، وزیر تمام یکساں ہوتے تھے،

آپ کی صدائے فلک تشگاف دور سے بتا دیتی تھی۔ ع

"اک شیر ہے جو گونج رہا ہے کچھار میں"

جُودوسخا آپ کی سخاوت میں دست درازی کو احاطۂ تحریر میں لانا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔ ایک باذوق عقیدت مند نے کہا تھا "جود او واللہ حاتم ساز بود" مگر اتنا تو روز روشن کی طرح واضح ہے کہ غریب پروری اور مہمان نوازی میں آپ نے خاندانی روایات سے ایسا بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ حاتم کی روح یقیناً خراج عقیدت پیش کرنے پر مجبور ہوگئی ہوگی۔ شب و روز آپ کی بخشش وعطا کا دروازہ عام و خاص کے لیے کھلا رہتا تھا۔ جس میں ہزاروں نفوس صبح و شام جی بھر کر کھانا کھا کے دعائیں دے کر سوتے تھے۔ ہر سائل منہ مانگی مراد پاتا تھا۔ انکار تو فطری شعار کے خلاف تھا۔ غربار و مساکین کے وظائف معین کرتا۔ یتیم بچوں، بیوہ عورتوں کی تنخواہیں مقرر فرمانا ان گنت نادار طلبا کو ماہانہ خرچ بھیجنا۔ بلکہ اس سے بڑھ کر وہ بات جو زبان زد خلائق ہے کہ آپ ابھی لڑکپن کی رعنائی پر گامزن تھے۔ والد ماجد نے بتیس جوڑے شاہانہ لباس کے تیار کرا دیئے۔ چند لمحہ بعد ایک غلام نے بارگاہ رحیمیہ میں عرض کی حضور نظام نے وہ تمام کپڑے خدا کی راہ میں دے دیئے ہیں اس پر مستزاد کل کی بات ۱۹۶۴ء میں بقیۃ السلف الحاج حضرت خواجہ غلام مرتضیٰ صاحب نے اپنے نومولود صاحبزادہ کی خوشی میں محفل میلاد شریف کا ملتان میں پروگرام بنایا۔ جس میں آپ کی تشریف آوری بھی ہوئی۔ منچن آباد کے ایک شخص غلام رسول نے بارگاہ نظام میں عرض کی

کہ میری ایک دختر اور ایک ہمشیرہ سن بلوغ کو پہنچ چکی ہیں۔ ازروئے شرع شریف ان دونوں
کی شادی کے فریضہ کی تکمیل میرے کاندھوں پر ہے۔ اور میں بالکل مفلس ہوں۔ حضور والا!
میری امداد فرمائیں۔ خواجہ ملت نے اس کی گود میں ایک ہزار روپے کے کرنسی نوٹ
ڈالتے ہوئے فرمایا مہنگائی کے وقت میں یہ رقم بہت تھوڑی ہے لیکن میرے پاس
مزید رقم نہیں۔ ناراض نہ ہوں۔ سبحان اللہ! اتنی بخشش کے باوجود" معذرت تو آپ
کی ادائے خاص تھی۔ مگر کہاں ہیں وہ لوگ جو خدا کی راہ میں ایک دمڑی دے کر شہر و بازار
میں ڈھنڈورا پیٹ کر اتراتے ہیں۔ وہ آئیں اور بارگاہ نظام میں جود و سخا کے ڈھب
سیکھیں۔ غرضیکہ اس سرمایہ دارانہ دور میں حضور نظام الملت سسکتی ہوئی انسانیت
کے لئے حیات نو کا پیغام اور خدا کا یکتا انعام تھے۔ ع

"خدا کی رحمتیں برسیں کریموں کی مزاروں پر"

تبحر علمی

بجا سہی کہ سرزمین دہلی کو اپنے جیالے سپوتوں پر ناز ہے۔ جنہوں نے
اپنی علمی بصیرت، دینی عظمت کی بدولت معاندین اسلام کو ہر محاذ
پر ذلت آمیز پسپائی پر مجبور کر دیا۔ مگر قربان خاک تونسہ تم پر، تو نے تو مادر گیتی کو مات کر
کے رکھ دیا۔ تیرے اندر کیسے نایاب جواہر مضمر تھے۔ تو نے کیسے بوریا نشین شہنشاہوں کو جنم
دیا۔ تیرے اندر کیسے علم و فضل، زہد و تقوی کے لازوال گوہر پوشیدہ تھے۔ ع

"بعد طیبہ خاک تونسہ را شرف"

آپ اپنے وقت کے جید علامہ اور باعمل عالم تھے۔ تمام علوم تفسیر، حدیث، فقہ، تصوف

میں غیر معمولی دسترس حاصل تھی۔ آپکی حاضر جوابی. حقائق شگافی جہاں مفتیان دین کی زبان پر تالے لگا دیتی تھی وہاں واعظان قوم حواس باختہ ہو کر چنیں چناں کے دریا میں غرق ہو جاتے تھے آج سے پینتیس سال قبل شاعر مشرق بانی پاکستان علامہ اقبال مرحوم جو آپ کے مخلص محبین میں سے تھے متعدد مرتبہ راجہ حسن اختر سابق کمشنر و دیگر مقتدر اصحاب سے فرمایا کرتے تھے۔ یہ تونسہ شریف کے صاحبزادے علمی و عملی طور پر ایک بلند مقام کے مالک ہیں۔

آفرین ہے اس ذکاء و فہم پر

قرآن و حدیث کے وہ مشکل ترین مقامات؛ پیچیدہ فقہی جزئیات تو آپ کو زبانی ازبر تھے۔ جن میں وارثان منبر و محراب کے اذہان اختلافات کا شکار ہو جاتے تھے۔ مصاحبین علماء کا بیان ہے کہ اگر کوئی مذہبی بات چھیڑتے تو بحر مواج کی طرح ٹھاٹھیں مارتے چلے جاتے۔ اگر کوئی شعر زبان پر آگیا تو ایک موضوع کے ہزاروں اشعار زبان درفشاں سے صادر ہوتے۔ باذوق اصحاب فرماتے ہیں آپ کی جودت طبع پر محفل میں شیرازی و سعدی، رومی و اقبال کی روحیں وجد کرتی معلوم ہوتی تھیں۔ ؏

"تا قیامت چشتیوں کا میکدہ آباد ہو"

خدمت خلق

آپ خلوت نشین زاہدین اور مقفل حجروں میں خمروں کی طرح غٹ غٹ کرنے والے صوفیوں میں سے نہیں تھے بلکہ آپ سراپا عملی مجاہد تھے۔ آپ منظم تحریک تھے۔ ایک انقلابی ہیرو تھے۔ سیاہ دل سفید فام فرنگی کے دل پر چبھتا ہوا خار تھے۔ احرار کے سرکردہ رہنما مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری کہا کرتے

تھے فرنگی کے عہد حکومت میں سرکاری دستاویزات جن میں ان آزادی کے متوالوں کے نام تھے جن پر سی آئی ڈی کی کڑی نگرانی رہتی تھی۔ خواجۂ ملت کا نام میر کارواں میں شامل تھا۔ انہی کی خدمات جلیلہ کے نتیجہ میں اہل لاہور کے دل کی دھڑکنوں کے ترجمان ہفت روزہ اقدام کے بے باک مدیر جناب م۔ش صاحب اپنی ۱۹۶۳ء کی اشاعت میں لکھتے ہیں۔ کہ جدوجہد آزادی میں جو نمایاں خدمات نظام الملت نے سرانجام دیں۔ وہ روز روشن کی طرح واضح ہیں۔ جہاں آپ کو مذہبی گہرائی میں امتیازی مقام حاصل تھا۔ وہاں آپ سیاست میں ایک روشن دماغ سیاس اور بلند پایہ مدبر تھے۔ گزشتہ انتخابات سے چند یوم قبل ایک جبہ پوش قلندر، کشف وکرامات کا پیکر، دنیاوی لحاظ سے وقت کا سکندر بارگاہِ نظام الملت میں تحریراً عارض ہوا کہ افسوس ہے وقت کی کمی کے باعث حضور کو راولپنڈی کی مشائخ کانفرنس میں نہیں مدعو کر سکا۔ بہت سے دینی معاملات غور طلب ہیں میں چاہتا ہوں کہ حاضر ہو کر باہمی مشورہ سے ان پر گفتگو کریں۔ خواجۂ ملت نے منشی کو جواب لکھنے کا حکم فرمایا۔ اس نے القاب لکھنا شروع کئے آپ نے فرمایا القابوں کی ضرورت نہیں۔ فقط یہ شعر لکھ دیجئے۔ ؎

برو ایں دام بر مرغِ دگر نہ
کہ عنقا را بلند است آشیانہ

ظالم و جابر کا خونخوار ہاتھ توڑنے کے لئے آپ کا پنجہ مضبوط تھا۔ آپ کے پہلو میں خدا نے ایک قوی دل رکھا تھا جو نہ فقط کریم و دردمند تھا بلکہ جرأت و

غیرت مندی سے لبریز تھا۔ آپ فرمایا کرتے تھے "جس بات کو میں حق جانتا ہوں کہہ دیتا ہوں۔ چاہے وہ میرے لئے فرشتۂ موت کیوں نہ ثابت ہو۔

نوابزادہ فتح اللہ خاں سابق ڈپٹی کمشنر بیان کرتے ہیں۔ جب مسلم لیگ میں انتشار ہوا۔ اور بعض ابن الوقت مسلم لیگی لیڈر خود غرضی، من مانی، دھاندلی ایسی موذی مرضوں میں گرفتار ہوئے تو خواجۂ ملت نے مجھے فرمایا نواب صاحب یہ جماعت مسلم لیگ نہیں رہی۔ مسلم لیک بن گئی ہے۔ ان نام نہاد دانشوروں کی خوشامد نہ کرو۔ ورنہ یہ تمہیں اپنی بدعنوانیوں میں الجھا کر ذلیل و رسوا کریں گے۔ صرف اللہ سے ڈرو، اور اس کی تابعداری و خوشامد کرو۔ آپ کو ایوبی حکومت سے اختلاف تھا۔ کھلم کھلا اختلاف جو ڈھکا چھپا نہیں تھا۔ ایوب خاں نے حضور والا کو چائے کی دعوت دی۔ آپ نے فرمایا شریعت فوجداری کی پابند نہیں۔ میں شرکت چائے سے معذور ہوں۔ ایوب حکومت نے وعدوں کے باوجود اسلامی قوانین کے نافذ کرنے میں لیت ولعل سے کام لینا شروع کیا۔ علماء اہلسنت کو سادہ لوحی لے ڈوبی، تحریک آزادی کو مسخ کرنے والے کانگریسی مولوی دوغلی پالیسی پر اتر آئے۔ آزادی صحافت کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ زبانوں پر تالے لگ گئے۔ درباری علماء قصیدہ خوانی، ضمیر فروش مشائخ نے جی حضوری کا راگ الاپنا شروع کیا۔ سگ برطانیہ کی نااہل اولاد درندوں کی طرح دندنا رہی تھی۔ ان اندوہناک حالات میں شیر محمدی کچھار اسلام سے گونجتا ہوا میدان میں نکل آیا اور دوٹوک الفاظ میں فیصلہ کر دیا۔" قلندر مٹ سکتا ہے۔ مگر شعائر اسلام کو مٹتے نہیں دیکھ سکتا۔"

ملک کے طول و عرض میں طوفانی دورہ کیا اور ببانگ دہل عوام کے سامنے ایوبی آمریت کے مکروہ چہروں کو بے نقاب کیا۔ بالآخر فتح حق کی ہوئی۔ ایوب گالی بن گیا۔ اس کے حواری مٹ گئے۔ خواجۂ ملت کا نام آج بھی زندہ ہے۔ اور رہتی دنیا تک زندہ رہیگا آپ کا طرز عمل آج بھی ان کے نام لیواؤں کو درس عبرت دے رہا ہے کہ جب حق و باطل کا معرکہ پیش آجائے۔ تو موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر حق کی حمایت کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا دو۔ آپ کی زندگی کا ہر پروگرام جچا تلا ہوا کرتا تھا۔ بات کے سچے وعدہ کے پکے۔ جس کے ساتھ عہد کر لیا۔ دنیا میں انقلاب آسکتا ہے۔ مگر خواجۂ ملت اٹل چٹان کی طرح اپنی ایفائے عہدی پر کمر بستہ ہیں۔ عوام کی فلاح و بہبود میں آپ ازحد توجہ فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ اپنے مراسلات میں فرماتے ہیں جو شخص مخلوقِ خدا کی مشکلات میں دلچسپی نہیں لیتا۔ وہ میرے مریدوں میں قطعاً شامل نہیں جس وقت دربار لگتا۔ بے سہارا عوام ملک کے گوشے گوشے سے حاضر ہو کر عریضے ہاتھوں میں تھماتے۔ قطار در قطار دُکھی دلوں کی فریاد سناتے۔ ایک کونے میں پنجاب کا روحانی رہنما خالی ہاتھ بیٹھا ہوا۔ اشارۂ ابرو سے مشکل کشائیاں کرتا جاتا۔ آج بھی وہ دلفریب کیفیتیں خون کے آنسو رُلاتی ہیں۔

فیوضات فیاض فطرت انسان نے یوں تو ہزاروں انسانوں کو گمراہی کے گڑھے سے نکال کر راہ مستقیم پر لا کھڑا کر دیا۔ اور لاکھوں بندگانِ خدا آپ کو روحانی مقتدا تسلیم کر کے نہ فقط فخر محسوس کرتے ہیں بلکہ سعادت

ازلی اور پروانہ خلاصی جان کر بزبان حال پکارتے ہیں۔ ؎

"جسے عنصر رہو آئے کرے شکار ہیں"

آپ کی ذات ستودہ صفات سے جہاں برصغیر کے لاتعداد مسلمان والہانہ عقیدت رکھتے ہیں، وہاں ایشیاء و افریقہ کے بے شمار افراد حلقہ ارادت میں داخل ہو کر پروانہ وار اس شمع سلیمانی پر جانیں چھڑکتے ہیں، مگر بعض شخصیتیں آپ کی نظرِ فیض کا مرکز تھیں ان میں سخی باپ کے سخی بیٹے قابل ذکر ہیں۔ سجادہ نشین کا نام نامی ابوالنصر خواجہ حافظ غلام فخرالدین نظامی ہے۔ دوسرے ابوالفیض مولانا خواجہ غلام معین الدین خان نظامی کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں۔ وہی پدری خودی و استغنا، سراپا نظامی سانچے میں ڈھلے ہوئے دانشمند اللہ تعالیٰ دونوں شہزادگان کو عمر خضری اور جرأت و استقلالِ پدری سے بہرہ ور فرمائے۔ ان کے بعد محب الفقراء حضرت سید محمد ابراہیم شاہ بخاری نظامی ساکن حسن آباد شریف سابق بستی مندرانی کا اسم گرامی صف اول میں آتا ہے۔ حضرت خواجہ ملت آپ کو ایسا غیر معمولی قرب عطا کرتے تھے جہاں طالب و مطلوب کا امتیاز ختم ہو جاتا ہے۔ آپ جب بارگاہ نظام میں بیعت کے لئے حاضر ہوئے تو دیکھتے ہی خواجہ ملت کا چہرہ خوشی سے دمک اٹھا۔ اور فرمایا اب تک فکر مند تھا۔ جب خدا پوچھے گا۔ نظام کیا لایا ہے تو کیا جواب دوں گا۔ بحمد اللہ اب بے فکر ہوں جب مجھ سے سوال ہوگا تو اس حیدر کرار کے جگر گوشہ کو پیش کر دوں گا۔

وفات :- دنیا جس کی توں آج بھی کور چشموں اور بدبختوں کے باوجود قائم ہے

مگر جب اتقو فراسۃ المومن کے تاجدار دنیائے دوں کی گھٹیا کرداری سے اکتا جاتے ہیں تو وصال حقیقی کے آرزو مند ہوتے ہیں۔ عین اسی طرح خواجہ ملت کے وجوہ انتقال ہیں۔ اکثر احباب کو قبل از وقت موت معینہ سے آگاہ کر دیا تھا مگر ان عظیم ہستیوں کے اٹھ جانے سے جو خلا پیدا ہوتا ہے وہ صدیوں بعد بھی بمشکل پورا ہوتا۔ آج دنیا کی مائیں نظام جیسی شخصیت پیدا کر سکتی ہیں ؟ قطعاً ناممکن۔

ع بے ادب ماں با ادب اولاد جن سکتی نہیں۔

پھر موت بھی بندگان خاص کیلئے وصل کا پیغام لاتی ہے۔ ۶ صفر المظفر عرس مبارک فخر الاولیا حضرت خواجہ شاہ سلیمان حضور قدیم رضی اللہ عنہ کی تقریب پر تندرستی و صحت کے ساتھ لاعلاج مریضوں کے مسیحا محفل سماع میں رونق افروز ہوئے۔ شام کو کچھ بندش پیشاب کی تکلیف ہوئی۔ رات کے بارہ بجے ملتان سے نواب در محمد خان خاکوانی مرحوم کے ہمراہ نشتر کالج کے نامور ڈاکٹر حاضر ہوئے۔ مشینی آلات سے تشخیص شروع کی۔ نبض بند، اور حرکت قلب بھی ختم معلوم ہوئی۔ مگر خواجہ ملت بدستور عقل و شعور سے آسمان پند و نصائح پر پرواز کر رہے تھے۔ ضمناً نواب صاحب نے دریافت کیا، حضور! طبع مبارک کیسی ہے۔ آپ نے فرمایا بالکل ٹھیک ٹھاک ہے۔ مگر ہیں "چراغ سحری" پھر آپ لیٹ گئے۔ ڈاکٹروں نے حاضرین کو کلمہ شریف پڑھنے کی تلقین کی۔ آپ نے تبسم فرمایا گل قدس کی پتیوں سے چند الفاظ نکلے۔ ان سے تو میں خود اچھا کلمہ پڑھ سکتا ہوں۔ آپ نے کلمہ شریف پڑھا۔ اور روح مقدس اعلیٰ علیین کی طرف پرواز کر گئی۔ ۷ صفر المظفر ۱۳۸۵ھ بروز سہ شنبہ

۵۶ سال کی عمر میں علم و فضل کا آفتاب درخشاں، زہد و تقویٰ کا نیر تاباں ہماری نظروں سے ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ؕ

خدا رحمت کند بر عاشقانِ پاک طینت را

ایک بار لوٹ آ

از قلم حضرت فیض محمودی تونسوی

اے مثالِ شیرِ حق اے مجاہدِ غزا
صاحبِ کرم کرم شاہِ بخشش و عطا

بے نواؤں کے ندیم بحرِ غم کے ناخدا
ایک بار لوٹ آ ایک بار لوٹ آ

اے جہاں کے دین پناہ اے منبعِ کائنات
تیری ایک ذات تھی ذات مظہرِ صفات

اے ہمارے رہنما اے ہمارے پیشوا
ایک بار لوٹ آ ایک بار لوٹ آ

دیکھ تو جہان پر ایک یاس چھا گئی
خلوتِ عدم تجھے کیوں حضور بھا گئی

اٹھ حریمِ ناز سے اے جہان کے دلربا
ایک بار لوٹ آ ایک بار لوٹ آ

رو رہی ہیں شش جہت پیٹتی ہے کائنات
دلہا ہائے پاک سے ہائے بچھڑ گئی برات

آ ! نوائے درد کو نغمۂ طرب بنا
ایک بار لوٹ آ ایک بار لوٹ آ

اک حسین لڑ گئے لشکرِ جرار سے
تھی وہی روش تیری زورِ اقتدار سے

لاکھ کوششیں ہوئیں تو مگر نہیں جھکا
ایک بار لوٹ آ ایک بار لوٹ آ

تو نہیں تو دین کی پھر سپر ہی کون ہے
راہِ پُر خطر کا پھر رہبر ہی کون ہے

تو ہی تھا اصول کی ابتدا و انتہا
ایک بار لوٹ آ ایک بار لوٹ آ

اک نگاہِ لطف ہو فیضِ خستہ حال پر
بند جس پہ ہو گئے لطف و کرم کے در

اور ترستی رہ گئی جس کی چشمِ نارسا
ایک بار لوٹ آ ایک بار لوٹ آ

محرر مولانا عبدالعزیز چشتی
حسن آبادی

شاہ سلیمان رحمۃ اللعالمین

فخر الاولیاء خواجہ خواجگان حضرت شاہ محمد سلیمان تونسوی رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی محتاج تعارف نہیں. آپ کی للّٰہیت، فیاضی. جاذبیت کا تذکرہ نیل کے ساحل سے لے کر خاک کاشغر تک گونج رہا ہے. لاکھوں انسانوں نے آپ سے فیوضات باطنی حاصل کئے. اور لاتعداد لوگوں نے آپ کے آستانہ سے علم و عرفان سے اپنے دلوں کو منور کیا.
آپ ۱۱۸۳ھ مطابق ۱۷۶۴ء میں کوہستان گڑگوجی میں پیدا ہوئے. آپ کے والد کا اسم گرامی محمد ذکریا تھا. جو افغانستان کے قبیلہ جعفر کے سردار اور معزز شمار کئے جاتے تھے چونکہ آپ کے والد ماجد کا آپ کی کم سنی میں انتقال ہوگیا تھا. اس لئے آپ چار سال اپنی لائق ماں کی گود میں تربیت حاصل کرتے رہے. بعد میں آپ کو حافظ قرآن کے سپرد کیا گیا.
ذہن شروع ہی سے عشق حقیقی کی بادہ پرستیوں، باکمال لوگوں کی شوریدہ زندگیوں اور یاد الٰہی کی طرف مائل تھا. فارغ اوقات میں مویشی چراتے ہوئے آپ تلاوت قرآن پاک اپنے آپ کو مشغول کیا کرتے تھے. آٹھ سال کی عمر میں علم کے حصول کے لئے تونسہ شریف تشریف لائے. اور یہاں حسن علی کے حلقۂ درس میں شامل ہوگئے. ذہن بلا کا تھا. طبیعت میں مخصوص غیرت و شجاعت کا جذبہ موجزن تھا. تونسہ کی سرزمین راس نہ آنے پر کوٹ مٹھن آگئے. ایک ماہر شکاری جس کو اپنے مرشد نے پہاڑی شہباز کے گرفتار کرنے کی وصیت کی تھی. اور وہ ہر سال مغربی پہاڑوں، دریا کے کناروں پر اس عالی مقام شکار کی تلاش میں آیا کرتے

تھے۔ آخر کار مطلوب خاطر کو پا ہی لیا۔ اور ۱۱۹۰ھ میں شاہین اسلام کو ہمیشہ کے لئے اپنا کر
اپنے فرض منصبی سے سبکدوش ہو گئے۔ بیعت کے بعد ۱۲۰۴ھ تک مرشد کامل زیر سایہ
مجاہدات و تصوف کے رموز سے اپنے آپ کو آشنا کیا۔ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُّوحِي کا تاج
پہن کر قبلہ عالم رضی اللہ عنہ کے فرمان سے تونسہ کو جائے سکونت بنایا جو اس دور کی تاریخ
کے مطابق ایک ایسا علاقہ تھا جس کے لئے عظیم مصلح اسلامی سانچے میں ڈھلے ہوئے
باعمل مبلغ کی ضرورت تھی۔ آپ نے اپنی عمر عزیز کے تریسٹھ برس خدا کے نام کو بلند و بالا
کرنے میں گزار دیئے۔ ایک دن وہ تھا کہ صحیح طریقہ پر خدا کے نام لینے والا کوئی نظر نہ آتا تھا۔ اور
ایک دن ایسا آیا کہ تربیت گاہ سلیمانیہ میں چار سو مبلغ اسلام تہجد کے وقت خدا کا ذکر کرنے والے
موجود تھے۔ غرضیکہ اس مختصر مضمون میں آپ کے کمالات باطنی فیوضات اور ظاہری برکات کو
احاطہ تحریر میں نہیں لایا جاسکتا۔ اس کے لئے دفتر درکار ہیں۔ یہ واضح حقیقت ہے۔ کہ آپ
تیرہویں صدی کے حق گو عالم سلسلہ چشتیہ نظامیہ کے جلیل القدر نامور درویش تمام ظاہری باطنی
خوبیوں سے مالامال تھے۔ تذکرۃ الاولیاء کے مصنف نے لکھا ہے آپ کے آستانہ عالیہ پر ایک
لاکھ کفار کو دولت اسلام نصیب ہوئی۔ ان بھولے بھٹکے مسلمانوں کا تو شمار نہیں جن کو بدکاری کے
گڑھے سے نکال کر باخدا یار واز ہمہ بیزار کا تاجور بنا دیا۔ آپ کے فیض سے جہاں پاک و ہند کا گوشہ
گوشہ نور اسلام سے جگمگا اٹھا وہاں عرب ممالک ایران افغانستان۔ ترکی اور چین میں بھی اپنی خداداد
عظمت کا لوہا منوایا۔ آپ فرمایا کرتے تھے " جو خدا کی تلاش میں میرے پاس نہ آئے اس پر گلہ۔ اور جو میرے
پاس پہنچے اور خدا سے نہ ملاوں تو مجھ پر گلہ۔ آپکی تعلیمات آج بھی ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔

شاہی کارنامہ کی گواہی دیتے ہوئے اعلان کر رہی ہیں۔ کہ فی الواقع ایک سیدزادہ سارا دن خدا کی وحدانیت کا پرچم بلند کرتے ہوئے فقر و فاقہ کی رات ہمارے اندر بسر کرتا تھا۔ تلاشِ محبوب! ــــ ظاہری علوم مکمل کرکے دل میں بے پایاں جذبات لیکر مرشد روحانی کی تلاش میں نکلے۔ تونسہ شریف کی مقناطیسی طاقت عظمت خداداد کا ڈنکا چار دانگ عالم میں بج رہا تھا۔ آپ بھی نیک امنگوں کیساتھ تونسہ نگری میں داخل ہوئے۔ شہنشاہ ہفت اقلیم حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی حضور کریم رضی اللہ عنہ شاہانہ جاہ و جلال سے میر مجلس بنے بیٹھے تھے۔ دربار پر سناٹا چھایا ہوا تھا۔ "فقر و فخری کا مجسمہ قصر شاہی میں داخل ہوا۔ ایک نگاہ خواجہ نے زندگی میں انقلاب پیدا کر دیا۔ چند دن بعد خود حضور کریم نے مفاخرانہ انداز میں بر سر مجلس اعلان فرما دیا۔ "لوگو! جس نے وقت کا اویس دیکھنا ہو۔ ہمارے سادہ روش سیدزادہ کو دیکھ لے۔ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے۔ جس وسیع النظری اور فراخدلی کا آپ نے مظاہرہ فرمایا۔ وہاں یار لوگ جامع ملفوظاتوں نے عمداً دل کھولکر تنگ دامانی اور کم ظرفی کا ثبوت دیا۔ کسی بھی تصنیف میں حضرت شاہزادہ کا ذکر نہیں۔ چہ جائیکہ حضرت موصوف نے عمر کا بیشتر حصہ منصب جلیلہ پر فائز ہوتے ہوئے رفاقت میں گزارا! اب یوں کہئیے جب تصانیف ملفوظات حضور کریم کو زیرِ نظر لایا جائے۔ تو آپ کی زندگی کا ایک عظیم الشان باب معلوم ہوتا ہے۔

ع ــ "اے بادِ صبا ایں ہمہ آوردۂ تست" اخلاق حسنہ سبحان اللہ، سخاوت گھر کی باندی تھی۔ جو کچھ آتا راہِ خدا میں صرف کر دیتے تھے۔ ہر سال حسن آباد شریف سابق بستی مندرانی میں ۱۶-۱۷ ماہ صفر المظفر آپکا عرس مبارک نہایت دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔

ضروری اعلان

اللہ کے فضل و کرم سے اور خواجگان چشت اہل بہشت کی نگاہ ذی حشم سے مادی قوتوں کے بل بوتے پہ اترانے والوں کے غرور کو خاک میں ملا دینے کا تہیہ کر چکے ہیں۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے اسلامی تصوف کے علمبردار مملکت چشتیہ کے فرمانروا سلطان المشائخ ثانی حضرت خواجہ نظام الملت تونسوی محمودی سلیمانی رضی اللہ عنہ کی مکمل سوانح حیات لکھنا چاہتے ہیں جسمیں آپکی سیرت نبوی کے سانچے میں ڈھلی ہوئی شخصیت کو پورے جمال و کمال کے ساتھ پیش کیا جائیگا۔ جو مغربی تہذیب تمدن پر مر مٹنے والے بیماروں کیلئے جہاں اکسیر شفا ہوگی وہاں لاکھوں گمگشتگان طریقت کیلئے خضر راہ ہوگی۔ حضور والا کے تمام مریدین، معتقدین، متوسلین رشتہ داروں اور محبوں سے التماس ہے کہ وہ ہمیں خواجہ ملت کے ملفوظات، مکتوبات، کرامات، زندگی کے مبنی بر صداقت حالات سے آگاہ کریں۔ انشاءاللہ ہمیں وہ اس معاملہ میں امین اور کھرا پائیں گے۔

عرض گــــــــــــــــزار

شیخ نذر آہی ناظم اعلیٰ مرکزی انجمن غلامان نظام ملتان شہر

(اقبال حسین نظامی)